الإنفاق في سبيل الله

انفاق کے معنیٰ ہیں مال خرچ کرنا۔

یہ قرآنی اقتصادی نظام کا بنیادی نقطہ ھے۔

أبو حیان سعید

وَیَسْـــَٔلُوْنَكَ مَاذَا یُنْفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْوَ (البقرة: 219)

یہ تجھ سے پوچھتے ہیں کہ ہم کس قدرمال و دولت نشوونما کے لیے کھلا رکھیں۔ ان سے کہو کہ جس قدر تمہاری ضرورت سے زائد ھے۔

نَفَقٌ: اس سرنگ کو کہتے ہیں جس کے داخل ہونے اور نکلنے کے دونوں راستے کھلے ہوں اور جس سرنگ میں نکلنے کا راستہ نہ ہو اسے سَرَبٌ کہتے ہیں؛

اسلام کا تصور یہ ہے کہ مال اللہ تعالی کا ہے ۔ قرآن کریم میں کثرت سے آیات آئی ہیں ،جن میں بار بار اہلِ ایمان کو اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے پر ابھارا گیا ہے۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ -(البقرۃ:254)

(اے لوگو، جو ایمان کا دعویٰ کرتے ہو !اس میں سے خرچ کرو جو ہم نے تم کو دیاہے۔)

وَاَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِيْنَ فِيْہِ(الحدید:۷)

(اور اس میں سے خرچ کرو جس پر ہم نے تم کو خلیفہ بنایا ہے۔)

’خلیفہ بنانے‘ کا مطلب یہ ہے کہ مال کا اصل مالک اللہ تعالی ہے۔ اسے خرچ کرنے کے لیے اس نے تم کو اپنا جانشین بنایا ہے ۔ جانشین اور نائب کے بارے میں ہم جانتے ہیں کہ اصل مالک جس طرح کہے گا اسی طرح اس کو خرچ کرنا ہے۔ہم کسی کو خادم رکھیں ،پھراسے کچھ مال دیناور کہیں کہ جاکر اس کو فلاں فلاں جگہ خرچ کردو ، فلاں سامان لے آئو، فلاں کو دے آئو،تو خادم کویہ حق نہیں ہوتاہے کہ اپنے طور پر اس میں کچھ تصرف کرے ،بلکہ مالک جو ہدایت کرے گا اگر وہ اسی کے مطابق خرچ کرے گا تو اچھا خادم سمجھا جائے گا اور اگر اس کے مطابق خرچ نہیں کرے تو اس کو خیانت کرنے والا سمجھاجائے گا۔

’انفاق‘ کا لفظ قرآن کریم کی بہت سی آیات میں آیا ہے۔صرف ایک آیت میں ہے کہ جو تم نے کمایا ہے اس میں سے اچھا مال خرچ کرو۔(اَنْفِقُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا کَسَبْتُمْ۔البقرۃ:267) دوسری آیات میں کہا گیا ہے کہ جو ہم نے تم کو دیاہے اس میں سے خرچ کرو۔اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اسلام مال کو کیا حیثیت دیتاہے؟اور آدمی کو اس پر کس حد تک تصرف کا حق دیتاہے؟

مال سے ہر شخص کو فطری طور پر محبت ہوتی ہے۔وہ چوں کہ اسے محنت سے کماتاہے اس لیے اس پر اپنا تسلّط قائم رکھنا چاہتاہے۔ مال سے محبت اسلام میں معیوب نہیں ہے۔ غربت کا شکار ہونا اور فقر و فاقہ میں مبتلا رہناا اسلام میں پسندیدہ نہیں ہے۔ ہر انسان کی خواہش ہوتی ہے کہ اس نے جو کچھ کمایا ہے اس پر اس کا تصرف باقی رہے اور اس کی مرضی چلے۔اس بات کو مانتے ہوئے اللہ کی راہ میں انفاق پر ابھارنے کے لیے قرآن مجید میں بڑی لطیف تعبیر اختیار کی گئی ہے:

مَّن ذَا ٱلَّذِى يُقْرِضُ ٱللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضَـٰعِفَهُۥ لَهُۥٓ أَضْعَافًا كَثِيرَةً ۚ وَٱللَّهُ يَقْبِضُ وَيَبْصُۜطُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ۔(البقرۃ:245)

(کون ہے جواللہ تعالیٰ کو قرض دے اچھا قرض۔)

قرض کا مطلب کیا ہوتا ہے؟ آدمی کسی سے قرض مانگتاہے تو یہ سمجھتے ہوئے مانگتا ہے کہ وہ مال اسی شخص کا ہے جس سے وہ قرض مانگ رہا ہے ۔قرآن میں کثرت سے ایسی آیتیں ہیں جن میں’ قرض‘ کی تعبیر اختیار کی گئی ہے۔انسان کو مال و دولت سے اللہ تعالی نے نوازا ہے اور خود وہی انسانوں سے قرض مانگ رہاہے ۔ کتنی لطیف ہے یہ تعبیر!!

میری سمجھ کے حوالے سے قرآ ن کریم میں اِنْفَاقٌ کے بنیادی معنی اپنی محنت کے ماحصل کو نشوونما کے لیے کھلا رکھنا ہیں: وَيَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْوَ (2: 219): ''یہ تجھ سے پوچھتے ہیں کہ ہم کس قدرمال و دولت نشوونما کے لیے کھلا رکھیں۔ ان سے کہو کہ جس قدر تمہاری ضرورت سے زائد ھے سب کا سب یعنی فاضلہ دولت (Surplus Money) جو سرمایہ داری کی بنیاد ھے' سب کی سب نشوونما کے لیے وقف ہونی چاہیے - یہ کسی کی ذاتی ملکیت میں نہیں رہ سکتی۔

مال و اولاد آزمائش ہے۔

وَٱعْلَمُوٓا۟ أَنَّمَآ أَمْوَٰلُكُمْ وَأَوْلَـٰدُكُمْ فِتْنَةٌ وَأَنَّ ٱللَّهَ عِندَهُۥٓ أَجْرٌ عَظِيمٌ (سورۃ الانفال آیت نمبر 28)

اور تم اس بات کو جان رکھو کہ تمہارے اموال اور تمہاری اولاد آزمائش ہے۔ اور اس بات کو بھی جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ کے پاس بڑا بھاری اجر ہے۔

إِنَّمَآ أَمْوَٰلُكُمْ وَأَوْلَـٰدُكُمْ فِتْنَةٌ ۚ وَٱللَّهُ عِندَهُۥٓ أَجْرٌ عَظِيمٌ (سورہ تغابن، آیت نمبر 15)

تمہارے مال اور تمہاری اولاد تو تمہاری آزمائش ہیں۔ اور بہت بڑا اجر اللہ کے پاس ہے۔

کچھ تاریخی واقعات:

حضرت سعد بن ابی وقاص رسولﷺ کی خدمت میں عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھے اللہ تعالیٰ نے خوب مال و دولت سے نوازا ہے۔میری صرف ایک بیٹی ہے۔میں چاہتاہوں کہ پورا مال اللہ کی راہ میں صدقہ کردوں۔اللہ کے رسولﷺ نے ان کو منع کیا۔انہوں نے کہا: اچھا تو آدھا مال صدقہ کردوں؟اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: نہیں۔انہوں نے پھر عرض کیا: اچھا، تو میں ایک تہائی صدقہ کردوں؟تب اللہ کے رسولﷺنے فرمایا:'' الثُّلْثُ، وَالثُّلْثُ کَثِیْرٌ۔''(ہاں،ٹھیک ہے، تم ایک تہائی صدقہ کردواور ایک تہائی بھی بہت ہے۔)اس کے بعد اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّکَ أنْ تَذَرَ وَرَثَتَکَ أغْنِیَاءَ خَیرٌ مِّنْ أَنْ تَذَرَھُمْ عَالَۃً یَتَکَفَّفُوْنَ النَّاسَ۔ (صحیح بخاری، کتاب الجنائز: 1295، و دیگر ابواب، صحیح مسلم: 1628)

(تم اپنے وارثوں کو مال داری کی حالت میں چھوڑ کرجائو،یہ اس سے بہتر ہے کہ تم(پورا مال اللہ کی راہ میں صدقہ کردواور) ان کو اس حال میں چھوڑو کہ وہ تمہارے بعد در بہ در مارے مارے پھریں اورلوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلائیں۔)

انفاق کی عمومی ہدایات

انفاق اور صدقہ و خیرات کی یہ باتیں عہد نبویؐ کے پس منظر میں جب پیش کی جاتی ہیں تو ایک تاثر یہ بھی ابھرتاہے کہ اس وقت اسلامی حکومت حالتِ جنگ میں تھی ۔ فوج کو اسلحہ کی ضرورت تھی۔سامانِ جنگ فراہم کرنے تھے۔ اس لیے انفاق کی یہ ساری تعلیم و تلقین وسائلِ جنگ فراہم کرنے کے لیے کی جاتی تھی۔لیکن یہ بات صحیح نہیں ہےکہ اِنفاق، محض جہاد کے لیے درکار ھے۔ صدقہ وخیرات کی تعلیم زندگی کے عام معاملات کےلیے بھی تھی۔ احادیث میں عمومی طور پر صدقہ و خیرات کی ترغیب دی گئی ہے اوراس کی تاکید کی گئی ہے۔ احادیث میں بیان کیا گیاہے کہ آدمی کن لوگوں پر خرچ کرے ؟ان میں رِشتے داروں کو ترجیح دینے کی بات کہی گئی ہے۔سب سے پہلے آدمی یہ دیکھے کہ اس کے قریبی رشتے داروں میں کون لوگ ضرورت مندہیں؟ان کے اوپر خرچ کرے۔ایک حدیث میں ہے کہ ایک صحابی اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: ”اے اللہ کے رسولﷺ !میرے پاس صرف ایک درہم ہے۔ میں اسے کہاں خرچ کروں؟ آپؐ نے فرمایا:” اپنے اوپر خرچ کرو۔“ انہوں نے کہا:” میرے پاس ایک اور درہم ہے۔“ فرمایا: ”اسے اپنے گھر والوں پر خرچ کرو۔“ انھوننے عرض کیا:”میرے پاس ایک اور درہم ہے۔“ فرمایا:” اسے اپنے رشتے داروں پر خرچ کرو۔“انہوں نے کہا:” میرے پاس ایک اور درہم ہے۔“ آپؐ نے کہا:” اسے جہاں چاہو،خرچ کرو۔“ (سنن نسائی: 2546)

باقی آپ خود سمجھیں۔